وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ

"شاہد ہے آسمان اور شباہنگ"

از جناب مولانا داؤاکبر صاحب اصلاحی

اِس مضمون میں ہم سورۂ "طارق" کی قسموں (شہادتوں) سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔

مفسرین کی جماعت میں سے اکثریت کا خیال یہ ہے کہ "النجم الثاقب" سے کوئی مخصوص ستارہ مُراد نہیں بلکہ اس سے جملہ نجوم ثواقب (درخشاں ستارے) مُراد ہیں اور دوسری قسم " والسماء ذات الرجع " کے بارے میں تو تقریباً سب متفق ہیں کہ اس سے بارش والا آسمان مُراد ہے اور یہی رائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت قتادہؒ کی بھی ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ حضرات مفسرین کی متعین کردہ راہ سے ہٹ کر کوئی دوسری راہ اختیار کی جائے بلکہ محتاط اور پسندیدہ مذہب یہی ہے کہ حتی الوسع جمہور مفسرین کے مذہب کو اختیار کیا جائے۔

اس کے بعد اب ہم قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت کے پہلو واضح کرنے کی کوشش کرینگے لیکن چونکہ یہ حقیقت بغیر مضمونِ سورہ معلوم کیے اُجاگر نہیں ہو سکتی اس لیے پہلے سورہ کا عمود بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد مناسبت سے بحث کرینگے۔

زیرِ بحث سورہ کی اُردو یہ ہے۔

"شاہد ہے آسمان اور شباہنگ، اور شباہنگ کو تو کیا جانے، دمکتا ستارہ، کہ کوئی نہیں جس پر ایک نگہبان نہیں، پس آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کاہے سے بنا، ایک اچھلتے پانی سے، جو نکلتا ہے

ریڑھ اور ہنسلیوں کے بیچ میں سے، وہ اس کے لوٹا دینے پر ضرور قادر ہے، جبکہ چھپی باتیں پرکھی جائینگی، تو وہ بالکل بیکس و بے بس ہوگا، شاہد ہے بارش والا آسمان، اور پھٹنے والی زمین، کہ یہ دوٹوک بات ہے، اور مسخری ہنسی نہیں، وہ چل رہے ہیں ایک چال اور میں چل رہا ہوں ایک اور چال، سو چھوڑ دے کافروں کو ذرا دیر"

اس سورہ میں وہی حقیقت پیش کی گئی ہے جو اور سورتوں میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو چکی ہے. قرآن کی بولی میں اسے قیامت سے تعبیر کرتے ہیں، پیش نظر سورہ میں اس کے ثبوت میں درخشاں ستاروں، ــــــ انسان کی خلقت اولیٰ، آسمان سے بارش ہونے اور زمین کے سبزوں سے لہلہا اُٹھنے کو پیش کیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ درخشاں تارے انسان کی نشأۃ اولی، پانی والا آسمان اور سبزوں سے لہلہا اُٹھنے والی سرزمین کیونکر قیامت اور بعث وحشر کی دلیل ہے اور ان میں باہم کیا تعلق ہے؟ اس سوال کا حل اس بحث کی جان ہے۔ ذیل کی سطروں میں اسی کا حل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قیامت اور جزا وسزا کے ثبوت میں اول اول درخشاں تاروں کو پیش کیا گیا ہے اور اس کا مقسم علیہ یعنی دعوی "ان کل نفس لما علیہا حافظ" ہے، اب ضرورت ہے کہ اس دلیل اور دعوی میں مناسبت کے پہلو معلوم کیے جائیں۔

قرآنِ پاک میں غور و فکر کرنے والوں سے یہ مخفی نہیں کہ مشرکین وقوعِ قیامت کے بارے میں بطور استحالہ کے کہا کرتے تھے کہ حشرِ اجساد ناممکن ہے، بالفرض ایسا ہوا بھی تو اتنے انسانوں کے اعمال وافکار کا محفوظ رکھنا کچھ آسان تو ہے نہیں، اسی منطق سے وہ قرآن کے نظریہ جزا وسزا کی نہایت شدو مد سے تکذیب کیا کرتے تھے، قرآنِ پاک نے ان کے اس شبہ کا مختلف جہتوں سے ازالہ کیا ہے، بعض جگہ تو علم باری سے امکان قیامت پر استدلال کیا ہے اور بعض جگہ ملائکہ حساب سے اس کا وقوع

ثابت کیا ہے۔ اور بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ایک ہی سلسلہ میں استدلال کے یہ دونوں پہلو مذکور ہیں، ہمارے خیال میں پہلی قسم میں استدلال کا یہی دوسرا پہلو" ملائکہ حساب" ملحوظ ہے، ذیل میں پہلے ہم وہ آیات نقل کرتے ہیں جن میں امکانِ قیامت پر ملائکہ حساب یا علم باری اور ملائکہ حساب دونوں سے استدلال کیا گیا ہے اور پھر ان کے قدر مشترک پر غور کریں گے، اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں مگر ہم چند ہی کے نقل کرنے پر اکتفا کرینگے۔ سورۂ انفطار میں ہے

کلا بل تکذبون بالدین وان	ہرگز نہیں بلکہ تم روزِ جزا کو جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر
علیکم لحافظین کراماً کاتبین	ہمارے محافظ ہیں یعنی شریف لکھنے والے، وہ جانتے
یعلمون ما تفعلون۔ (۹-۱۲)	ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

ایک دوسری جگہ یوں ہے :-

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس	اور بیشک ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے
بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل	ہیں جو کچھ اس کا نفس وسوسہ کرتا ہے اور ہم اس
الورید اذ یتلقی المتلقیان عن	کی شہ رگ سے بھی زیادہ اسکے قریب ہیں جبکہ دو ضبط
الیمین وعن الشمال قعید۔ ما	کرنے والے ضبط کرتے ہیں ایک اُس کے داہنی طرف
یلفظ من قول الا لدیہ رقیب	بیٹھا ہوا اور دوسرا بائیں جانب کوئی بات وہ منہ
عتید (۱۶-۱۸) ق	سے نہیں نکالتا مگر اُس کے پاس ایک محافظ تیار

سورۂ رعد میں ہے :-

اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ وما تغیض	ہر مادہ جو بچہ لیے ہوئے ہے اُس کو خدا جانتا ہے اور
الارحام وما تزداد وکل شئی عندہ	پیٹ کا گھٹنا بڑھنا اور اُس کے یہاں ہر چیز کا اندازہ
بمقدار عالم الغیب والشھادۃ	مقرر ہے، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، صاحب

الکبیر المتعال سواء منکم من	کبریا، عالیشان، تم لوگوں میں سے جو شخص کوئی بات
اسر القول ومن جھر بہ ومن ھو	چپکے سے کہے اور جو پکار کے کہے اس کے نزدیک
مستخف باللیل وسارب بالنھار	دونوں یکساں اور جو رات کے وقت چھپا ہوا اور
لہ معقبات من بین یدیہ و	جو دن دہاڑے چل رہا ہو اس کے نزدیک سب
من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ	برابر ہیں، اس کے آگے اور اس کے پیچھے باری باری
الآیہ (۸-۱۱)	سے موکل لگے رہتے ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں

مذکورۂ بالا آیات میں خصوصیت کے ساتھ سورۂ انفطار کی آیتوں پر نظر ڈالتے ہی یہ حقیقت نہایت صراحت کے ساتھ ذہن میں آتی ہے کہ ان میں ملائکہ حساب سے وقوع جزا پر دلیل قائم کی گئی ہے اور بقیہ سورتوں کی آیات میں استدلال کے دو پہلو ہیں یعنی ایک طرف تو علم باری سے وقوع جزا پر دلیل لائی گئی ہے اور دوسری طرف ملائکہ حساب سے، اب اگر ان دونوں کے قدر مشترک پر غور کیا جائے تو اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی کہ سورۂ طارق کے استدلال اور دوسری سورتوں کی پیش کردہ آیات کے استدلال میں مطالب کے اعتبار سے ذرا بھی اختلاف نہیں، سورۂ طارق میں باسلوب قسم درخشاں ستاروں سے یہ تصور قائم کیا گیا ہے کہ انسان اپنی کوتاہ فہمی کی بنا پر یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال و افکار کا کوئی نگراں نہیں، یہ اس کی خام خیالی ہے، اس لیے کہ قدرت نے اس کے جملہ حرکات و سکنات کی نگرانی کے لیے ایسا سخت پہرہ بٹھا دیا ہے جو ہمہ آن اس کے اعمال و کردار کی طرف ٹھیک اسی طرح ٹکٹکی باندھے رہتا ہے جس طرح آسمان کے یہ درخشاں ستارے، جو دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتے ہیں کہ گویا وہ ہماری طرف گھور رہے ہیں، اور بالکل یہی بات دوسری سورتوں میں باسلوب دیگر یوں بیان کی گئی ہے کہ انسان نادانی کی وجہ سے یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ مرنے کے بعد اسے از سر نو زندہ کرکے حساب و کتاب لینا ممکن نہیں اس لیے کہ اتنی لمبی چوڑی دنیا کے اعمال کا محفوظ

رکھنا بعید از قیاس ہے حالانکہ اُسے سوچنا چاہیے تھا کہ بھلا اس ذات کے لیے یہ چیز کیسے محال ہوگی جس کے دائرۂ علم سے آسمان و زمین کا کوئی گوشہ بھی خالی نہیں۔ مزید برآں اعمال کی محافظت کے لیے اُس نے ملائکہ کا پہرہ بھی بٹھا دیا ہے اور یہ انسانی اعمال کی محض نگرانی ہی پر مامور نہیں ہیں بلکہ بکمال احتیاط انہیں انسانی اعمال کے ضبط تحریر میں لانے کا بھی حکم ہے۔

پہلی قسم کے بعد خلقت اولیٰ سے خلقت ثانیہ پر باسلوب دیگر یوں استدلال کیا گیا ہے۔

فلینظر الانسان مم خلق خلق	پس آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کاہے سے بنا، ایک
من ماءٍ دافق یخرج من بین	اچھلتے پانی سے بنا ہے جو نکلتا ہے ریڑھ اور
الصلب والترائب انہ علی رجعہ	پسلیوں کے بیچ میں سے۔ وہ اس کے لوٹا دینے
لقادر۔	پر ضرور قادر ہے۔

طلبۂ قرآن سے یہ مخفی نہیں کہ خلقت اولیٰ سے خلقت ثانیہ پر استدلال قرآن کا یہ کوئی غریب نہیں بلکہ بہت ہی شائع و ذائع استدلال ہے، ذیل میں اس طرزِ استدلال سے متعلق چند آیتیں نقل کرتے ہیں جن کی روشنی میں اس کے سمجھنے میں مدد ملیگی۔

ایحسب الانسان ان یترک سدًی	کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا
الم یک نطفۃ من منی یمنیٰ ثم	جائیگا۔ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو ٹپکائی
کان علقۃ فخلق فسویٰ فجعل	گئی، پھر لوتھڑا ہوا، پھر بنایا، پھر اُس میں تسویہ پیدا
منہ الزوجین الذکر والانثیٰ۔	کیا۔ آخر کار اُس کی دو قسمیں کردیں، مرد اور عورت
الیس ذٰلک بقادرٍ علی ان	کیا جس نے یہ سب کچھ کیا ہے مُردوں کے اُٹھانے
یحیی الموتیٰ (۳۶۔۴۰) قیامہ	پر قادر نہیں ہے۔

ایک دوسرے موقع پر ہے۔

نحن خلقناکم فلولا تصدقون | ہم ہی نے تم کو پیدا کیا ہے تو تم دوبارہ پیدا کرنے
افرأیتم ما تمنون أأنتم تخلقونہ | کی تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ بھلا دیکھو تو کہ منی
ام نحن الخالقون ۔ | جو تم عورتوں کے رحم میں پہنچاتے ہو، کیا اُس کا
واقعہ (۵۷-۵۹) | آدمی تم بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔

ولقد علمتم النشأة الاولی فلولا | اور تم تو ہمارے پہلے بنانے کو جان ہی چکے ہو تو
تذکرون۔ واقعہ (۶۲) | کیوں نہیں تذکر کرتے۔

سورۂ یٰس میں یہی حقیقت اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ یوں مذکور ہے۔

اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من | کیا انسان نے غور نہیں کیا کہ ہم نے اس کو ایک
نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین | نطفہ سے پیدا کیا پس اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑنے
وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ | لگا اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصلیت
قال من یحیی العظام وھی رمیم | کو بھول گیا۔ کہتا ہے کہ کون ہے کہ ہڈیاں گل گئی ہوں
قل یحییہا الذی انشاھا اول | اور وہ اُن کو جلا کھڑا کرے، کہو کہ جس نے ہڈیوں کو
مرۃ وھو بکل خلق علیم ۔(۷۷-۷۹) | اول بار پیدا کیا تھا وہی ان کو جِلا اُٹھائیگا اور
ہر مخلوق کی بابت وہ اچھی طرح باخبر ہے۔

دیکھیے وہی حقیقت جو سورۂ طارق میں اجمال کے ساتھ پیش کی گئی تھی ان آیات میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور اس اسلوب میں کہ گویا یہ اتنی بدیہی اور قطعی ہے کہ اس پر دلیل لانے کی مطلق ضرورت نہیں۔ چنانچہ اسی لیے اس کی قبولیت کے لیے ترغیبی کلمات "فلولا تصدقون" "فلولا تذکرون" استعمال کیے گئے ہیں۔

اس کے بعد وقوعِ جزا کے ثبوت میں باسلوبِ قسم فطری دلیل قائم کی گئی ہے۔

والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع | شاہد ہے بارش والا آسمان اور شاہد ہے پھٹنے والی زمین۔

قرآنِ پاک کا جزا پر یہ کوئی غریب طریقۂ استدلال نہیں بلکہ بہت ہی مشہور و معروف ہے اور اتنا واضح ہے کہ اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں، محض اس کی ضرورت ہے کہ اس مضمون کی چند آیات نقل کر کے قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت واضح کر دی جائے۔

ونزلنا من السماء ماء مبارکا فانبتنا بہ جناتٍ وحب الحصید والنخل باسقات لھا طلع نضید۔ رزقا للعباد واحیینا بہ بلدۃ میتا کذلك الخروج۔ (ق ۹-۱۱) | ہم ہی نے آسمان سے آبِ رحمت اُتارا اور بندوں کو روزی دینے کے لیے اس کے ذریعہ باغ اُگائے اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کے خوشے خوب گُتھے ہوئے ہیں اور ہم نے مینہ کے ذریعہ مردہ سرزمین کو زندہ کر دیا اسی طرح قیامت کے دن نکلنا ہے۔

ایک اور مقام پر اس طرح ہے۔

ومن اٰیٰتہ انك تری الارض خاشعۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت ان الذی احیٰھا لمحی الموتی انہ علی کل شیء قدیر (فصلت - ۳۹) | اور اس کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ تم زمین کو دیکھتے ہو کہ بیس پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو لہلہانے لگتی اور اُبھر آتی ہے جس نے اس کو جلایا وہی مردوں کا بھی جلانے والا ہے، بےشک وہ ہر چیز پر قادر ہے

سورۂ فرقان میں ہے۔

وھو الذی ارسل الریاح بشری | اور وہی ہے جو اپنی رحمت کے نزول سے پیشتر

بین یدی رحمتہ وانزلنا من السماء	ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لیے بھیجا ہے اور ہم ہی آسمان
ماء طهورا لنحی بہ بلدۃ میتا ونسقیہ	سے صاف شفاف پانی اتارتے ہیں تاکہ اس کے
مما خلقنا انعاما واناسی کثیرا۔	ذریعہ مردہ سرزمین میں جان ڈال دیں اور اپنی
(۴۸-۴۹)	مخلوقات یعنی چارپایوں اور آدمیوں کو اس سے سیراب کریں
والذی نزل من السماء ماء بقدر	اور جس نے ایک اندازہ کے ساتھ آسمان سے پانی
فانشرنا بہ بلدۃ میتا کذلک تخرجون	برسایا پھر ہم ہی نے اس سے مردہ سرزمین کو زندہ
(زخرف - ۱۱)	کیا اسی طرح تم لوگ قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

دیکھیے وہی استدلال جو سورۂ طارق میں باسلوب قسم تھا ان آیات میں دوسرے اسلوب میں لایا گیا ہے اور اس شرح و تفصیل کے ساتھ کہ وہ تمام پہلو جو سورۂ طارق میں مبہم تھے ان میں روشن ہو گئے ہیں، استدلال کا نہج یوں ہے کہ جس طرح خشک زمین پانی کے پڑتے ہی سبزوں سے لہلہا اٹھتی ہے اور ہر چہار جانب ہریالی ہی ہریالی نظر آنے لگتی ہے حالانکہ اس سے پہلے اس کا نام و نشان تک بھی نہ تھا، ٹھیک اسی طرح خدا کا اشارہ پاتے ہی وہ تمام کے تمام مُردے جو پیوند خاک ہیں جی اٹھینگے اور یہ اسی طرح بدیہی ہے جس طرح پانی پڑنے سے مردہ زمین کا نوع بنوع کے پودوں سے لہلہا اٹھنا ہے۔ اگر مردہ سرزمین کا پانی پڑتے ہی سبزوں سے لہلہا اٹھنا تعجب انگیز نہیں، تو اس پر تعجب و حیرت کیوں ہو کہ خداوند تعالیٰ کا اشارہ پاتے ہی تمام مُردے زمین سے جی اٹھینگے۔